علماءِ کرام میں دو اوصاف ضروری ہیں

حضرت مولانا محمد سلیم دھورات صاحب دامت برکاتہم

بانی و شیخ الحدیث اسلامک دعوہ اکیڈمی، لیسٹر، یو کے

at-tazkiyah

تفصیلات

کتاب کا نام	:	علماء کرام میں دو اوصاف ضروری ہیں
صاحبِ وعظ	:	حضرت مولانا محمد سلیم دھورات صاحب دامت برکاتہم
تاریخِ وعظ	:	صفر ۱۴۳۰ھ مطابق جنوری ۲۰۰۹ء
مقامِ وعظ	:	مسجدِ توحید الاسلام، بلیک برن
تاریخِ اشاعت	:	شعبان ۱۴۴۳ھ مطابق مارچ ۲۰۲۲ء
ناشر	:	ادارہ التزکیہ، لیسٹر، یوکے
ای میل	:	publications@at-tazkiyah.com
ویب سائٹ	:	www.at-tazkiyah.com

ملنے کا پتہ

Islāmic Da'wah Academy,
120 Melbourne Road, Leicester
LE2 0DS. UK.
t: +44 (0)116 2625440
e: info@idauk.org

فہرست

علماءِ کرام میں دو اوصاف ضروری ہیں ۵
علماءِ کرام کی شرکت: خوشی کا ذریعہ ۵
آپس کے مذاکرے کا فائدہ ۵
دین کی خدمت کرنے والوں میں دو اوصاف ضروری ہیں ۶
پہلا وصف: علم میں رسوخ ۶
علمی کتابوں سے وابستگی ۷
مخلص استاذ اور مخلص شیخ کی اپنے شاگرد اور مرید کے بارے میں تمنّا ۷
علم میں ترقّی ہونی چاہیے ۸
دوسرا وصف: دل میں خلوص ۸
امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ ۹
شیخ سے تعلّق اور رابطہ ۱۰
خربوزہ خربوزے کو دیکھ کر رنگ پکڑتا ہے ۱۰
بزرگوں کے حالات، مواعظ اور ملفوظات کا فائدہ ۱۱
دنیا میں رہتے ہوئے بھی دنیا سے لاتعلّق ۱۱
ہر چھوٹے کو چاہیے کہ کسی کو اپنا بڑا مقرّر کرے ۱۲
صاحبِ بصیرت شیخ کو بھی اپنے خاص احوال میں شیخ کی ضرورت ہوتی ہے ۱۳
ہر شخص کو تزکیہ کی فکر کرنی چاہیے ۱۳
احتیاط والی زندگی گزارو ۱۴
امامِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا ایک سبق آموز واقعہ ۱۴
حضرت شیخ مولانا زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا عجیب ارشاد ۱۴

حضرت شاہ پھول پوری رحمۃ اللہ علیہ کا عجیب ملفوظ ۱۵
اخلاص اور علم کو بڑھانے کی ضرورت ہے ۱۶
امامِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا عشاء کے وضوء سے فجر کی نماز پڑھنا ۱۷
علم کی وجہ سے ہمارا احترام ۱۷
آپس میں محبت اور احترام ہو ۱۸
مأخذ ومراجع ۲۰

کتب بینی کے ساتھ قطب بینی کی ضرورت

کتب بینی بھی ہو اور قطب بینی بھی، کتب بینی کے ذریعے مطلق علم وجود میں آتا ہے، پھر جب قطب بینی کرتے ہیں، بزرگوں کی صحبت اختیار کرتے ہیں تو وہ مطلق علم، علمِ نافع بنتا ہے، اور اگر کتب بینی کے بعد قطب بینی کا اہتمام نہیں ہوا تو وہ علم صرف مطلق نہیں رہے گا، بلکہ وہ علم غیر نافع ہو جائے گا جس سے احادیث میں پناہ مانگی گئی ہے، بلکہ آسان الفاظ میں عرض کروں کہ نری کتب بینی سے مولانا بنتے ہیں، اور کتب بینی کے ساتھ اگر قطب بینی بھی ہو تو مولوی بنتے ہیں، مولوی یعنی اللہ والا بننے کے لئے قطب بینی ضروری ہے۔

(حضرت مولانا محمد سلیم دھورات صاحب دامت برکاتہم،
کتب بینی کے ساتھ قطب بینی بھی ضروری ہے، ص: ۲۲)

علماءِ کرام میں دو اوصاف ضروری ہیں

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّيْ وَنُسَلِّمُ عَلٰى رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ، أَمَّا بَعْدُ:

علماءِ کرام کی شرکت: خوشی کا ذریعہ

جب بھی کسی ایسی دینی مجلس میں شرکت کی سعادت ملتی ہے جس میں دین کی باتیں بیان کرنے کی ذمّہ داری لگائی جاتی ہے تو اس مجلس میں علماءِ کرام کی موجودگی سے دل میں ایک خاص قسم کی مسرّت محسوس کرتا ہوں، اس کی وجہ یہ ہے کہ مجھے اپنے تہی دامن ہونے کا پورا احساس ہے، اور یہ احساس ایسے شخص کے لئے کچھ مشکل نہیں جو علمی و عملی ہر اعتبار سے خالی ہو، بلکہ یہ ایک فطری بات ہے کہ جس کے پاس کچھ نہ ہو وہ یہی سمجھتا ہے کہ میرے پاس کچھ نہیں ہے، تو حضراتِ علماءِ کرام کی موجودگی کی وجہ سے اس لئے مسرّت ہوتی ہے کہ اس سے ایک امید پیدا ہوتی ہے کہ ان حضراتِ اہلِ علم کی برکت سے اللہ تعالیٰ کوئی مفید اور کام کی بات کہنے کی توفیق عطا فرمائیں گے، اسی طرح اس لئے بھی مسرّت ہوتی ہے کہ اطمینان رہتا ہے کہ گفتگو کے دوران اگر کوئی غلطی ہوگی تو اس کی اصلاح ہو جائے گی۔

آپس کے مذاکرے کا فائدہ

اس تمہید کا مقصد یہ ہے کہ جو شخص عمومی بیان میں حضراتِ علماءِ کرام کی موجودگی کو اس لئے پسند کرتا ہو کہ ان کی برکت سے کچھ کہہ سکے گا اور غلطی کی صورت میں اصلاح ہو جائے گی، اس کے ذمّے اگر یہ کام سپرد کیا جائے کہ وہ علماءِ کرام سے گفتگو کرے تو وہ اس کے لئے کتنا مشکل ہوگا؟ مگر مولانا سہیل صاحب نے یہ فرمایا کہ حضراتِ علماءِ کرام کی اچھی خاصی

تعداد موجود ہے، ان کے ساتھ بھی کچھ مذاکرہ ہوجائے۔ تو میں نے سوچا کہ مذاکرہ تو آپس میں تکرار کا نام ہے اور آپس میں تکرار سے سبق تازہ ہوتا ہے، اور کیا بعید ہے کہ دورانِ مذاکرہ حضراتِ علماءِ کرام کی برکت سے اللہ تعالیٰ ذہن میں کوئی ایسی بات ڈال دے جس سے خود مجھے نفع ہو اس لئے کہ مجھے ایسا تجربہ ہوتا رہتا ہے کہ حاضرین اور طالبین کی طلب کی برکت سے اللہ تعالیٰ دل میں کام کی بات ڈال دیتے ہیں۔

دین کی خدمت کرنے والوں میں دو اوصاف ضروری ہیں

اس وقت آپ حضرات کی برکت سے میرے ذہن میں ایک بات آرہی ہے کہ دین کی خدمت کرنے والوں میں چاہے وہ مدرّس ہو، مہتمم ہو، مقرّر ہو، داعی و مبلّغ ہو یا مصنّف ہو، بنیادی طور پر دو اوصاف کا ہونا بہت ضروری ہے: علم میں رسوخ اور دل میں خلوص، ان دونوں اوصاف میں جتنی ترقّی ہوگی ہمارے دینی کاموں میں اتنی ہی ترقّی ہوگی، اور ان دونوں میں جتنی کمزوری ہوگی ہمارے دینی کاموں میں اتنی ہی کمزوری اور تنزّلی آئے گی۔

پہلا وصف: علم میں رسوخ

پہلا وصف ہے علم میں رسوخ، علم میں رسوخ کا مطلب یہ ہے کہ ہمارا علم ٹھوس اور پختہ ہو؛ نحو میں، صرف میں، عربی ادب میں، بلاغت میں، علمِ تفسیر میں، علمِ حدیث میں، علمِ فقہ میں، غرض تمام علوم اور فنون میں پختگی ہو، جب یہ بات ہوگی تو حق بات بلاخوفِ لومۃ لائم کہہ سکے گا، جھجھک نہیں ہوگی، چونکہ علم ٹھوس ہوگا اس لئے ان شاء اللہ تعالیٰ غلطی بہت کم ہوگی، اور غلطی کی صورت میں فوراً تنبّہ ہوگا اور اعتراف کرنے میں کوئی رُکاوٹ نہیں ہوگی اس لئے کہ لَا أَدْرِيْ کہنا یا حق واضح ہوجانے پر اپنے قول سے رجوع کرنا بھی علم کا اہم جزء ہے، جب علم ٹھوس ہوگا تو اپنی حد (boundary) معلوم ہوگی اور ضرورت پڑنے پر کسی کی طرف رجوع کرنے میں بھی حیا مانع نہیں ہوگی اور علم کی برکت سے وہ صحیح آدمی کی طرف رجوع کرسکے گا۔

علمی کتابوں سے وابستگی

میرے محترم اور پیارے ساتھیو! اس وصف کو حاصل کرنے کے لئے کتابوں کے ساتھ ہماری وابستگی بہت اہم اور ضروری ہے، ہمیں مطالعہ کا خوب ذوق وشوق ہونا چاہئے، ہمارے بہت سارے ساتھی عمدہ استعداد کے ساتھ فارغ ہوتے ہیں، مگر فراغت کے چند ہی سال بعد ان کی حالت قابلِ افسوس ہوجاتی ہے، ان کے اساتذہ کو جب پتا چلتا ہے کہ ہمارا فلاں لائق شاگرد کسی دنیوی کام میں لگ گیا ہے اور علمی مشغلے کو چھوڑ چکا ہے تو انہیں بہت دکھ ہوتا ہے، میں آپ کو سچ کہتا ہوں کہ مخلص استاذ کو اپنے لائق شاگرد کے بارے میں اس قسم کی خبریں سن کر اتنی ہی تکلیف ہوتی ہے جتنی کہ ایک فیکٹری کے مالک کو اپنے اکلوتے بیٹے کے کام کی طرف توجّہ دینے کے بجائے اِدھر اُدھر گھومنے کی وجہ سے ہوتی ہے، بلکہ اس سے بھی زیادہ۔

مخلص استاذ اور مخلص شیخ کی اپنے شاگرد اور مرید کے بارے میں تمنّا

میرے محبوب مرشد، حضرت حاجی محمد فاروق صاحب رحمۃ اللہ علیہ یہ ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ شیخ اور استاذ روحانی باپ ہوتے ہیں، وہ اپنے مرید اور شاگرد کے حق میں جسمانی باپ کی طرح مخلص اور خیر خواہ ہوتے ہیں، جس طرح لکھ پتی باپ اپنے بیٹے کے لئے ہمیشہ یہ تمنّا رکھتا ہے کہ وہ کروڑ پتی بن جائے، ٹھیک اسی طرح مخلص استاذ اور مخلص شیخ بھی اپنے شاگرد اور مرید کو اپنے سے اونچا دیکھنے کے خواہش مند رہتے ہیں۔ ترمذی شریف کا استاذ اپنے ہونہار شاگرد کے لئے یہ تمنّا رکھتا ہے کہ وہ شیخ الحدیث بن جائے اور مخلص شیخ اپنے مرید کے لئے یہ چاہت رکھتا ہے کہ میرا یہ مرید روحانیت کی منزلیں طے کر کے مجھ سے بھی آگے بڑھ جائے، جب اساتذہ اس طرح خیر خواہ ہوں تو انہیں اپنے شاگردوں کے علمی انحطاط سے کتنی تکلیف ہوتی ہوگی؟

علم میں ترقّی ہونی چاہیے

عرض یہ کررہا تھا کہ ہمیں اس علم کو باقی رکھنا ہے بلکہ بڑھانا ہے، کسی مدرسے میں تدریس کا موقع مل جائے تو بہت مبارک ہے، اس نعمت کی خوب قدر کرنی چاہیے، اگر موقع نہیں ملا ہے تو علم کی بقا کے لئے تدریس کا محتاج نہیں رہنا چاہیے بلکہ تدریس کے بغیر بھی علم میں ترقّی کرتے رہنا چاہیے، اپنا مطالعہ برابر کرتا رہے، جب کوئی دینی سوال یا علمی اشکال سامنے آئے تو اس کی تحقیق کرے، کتابوں کو دیکھتا رہے، آپس میں ساتھیوں کے ساتھ بحث و مباحثہ کرتا رہے، ہر وقت کتب بینی کا شوق رہے، خارجی کتابوں کا مطالعہ بھی رہے، تفسیر اور حدیث پر بھی نظر رہے اور فقہی مسائل سے بھی تعلّق رہے، خلاصہ یہ کہ کتابوں کو دیکھنے کا روگ لگ جانا چاہیے، یہ پہلا وصف ہے۔

دوسرا وصف: دل میں خلوص

دوسرا وصف اخلاص ہے، یہ بھی بہت اہم اور ضروری ہے، کسی بھی کام کو کرتے ہوئے اخلاص ہونا چاہیے بلکہ اعلیٰ درجے کا ہونا چاہیے، مقصود صرف رضاءِ الٰہی ہو، اس صفت کو حاصل بھی کرنا ہے اور باقی بھی رکھنا ہے، اخلاص باطن کا ایک ایسا خُلق ہے جسے حاصل کرنے کے لئے توجّہ اور فکر کی ضرورت ہوتی ہے، اس کے لئے شیخ کی سرپرستی اور رہنمائی بھی بہت ضروری ہے، علماء عموماً کسی نہ کسی شیخ سے اپنا تعلّق جوڑ لیتے ہیں اور یہ بہت اچھی بات ہے، مگر چونکہ کسی شیخ کے ماتحت رہنا نفس پر شاق گزرتا ہے اس لئے وہ حیلے بہانے سے اس اہم کام سے دور رکھتا ہے، وہ جانتا ہے کہ اگر شیخ سے مشورہ اور رابطہ رہے گا تو محنت کرنی پڑے گی، مجاہدہ کرنا پڑے گا، معمولات کی پابندی کرنی پڑے گی، خواہشات کو قربان کرنا پڑے گا، خود رائی نہیں چلے گی، من مانی چھوڑنی پڑے گی، تہجّد، اوّابین، تلاوت وغیرہ کا اہتمام کرنا پڑے گا، اسی طرح شیطان بھی خوب رُکاوٹ پیدا کرتا ہے، طرح طرح کے وساوس ڈال کر

اس اہم کام سے دور رکھتا ہے اس لئے کہ وہ جانتا ہے کہ اگر یہ ایک تیار ہو گیا تو ہزاروں لاکھوں انسانوں کو اللہ تعالیٰ سے جوڑے گا، اور شیطان یہ سب کچھ کیسے برداشت کرسکتا ہے؟

میرے عزیزو! اخلاص حاصل ہوگا اصلاحِ باطن سے، اور اصلاح کے لئے شیخ کے ساتھ عقیدت، محبت، عظمت، ادب اور کامل سپردگی کے ساتھ تعلّق رکھنا پڑے گا، بڑے بڑے لوگوں نے تزکیہ اور اصلاحِ باطن کا اہتمام کیا ہے، بلکہ بڑے اسی لئے بڑے بنے کہ انہوں نے اس کام کو کیا اور وہ مزکّٰی اور مجلّٰی ہو گئے۔

عشق نے احمد مجلّٰی کر دیا
ورنہ ہم بھی آدمی تھے نام کے

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ یاد آ گیا، آپ حضرات بھی مختارات میں ضرور پڑھ چکے ہوں گے، آپ علوم پڑھ لینے کے بعد تدریس میں مشغول ہو گئے اور بہت جلد وہ مقام حاصل کر لیا جو کم لوگوں کو حاصل ہوتا ہے، بغداد میں علمی اعتبار سے آپ کا کوئی ہم سر نہیں تھا، مگر باطنی اعتبار سے ابھی بہت کچھ باقی تھا، خود فرماتے ہیں کہ درس و تدریس میں نیت کا محاسبہ کیا تو پتا چلا کہ جو کچھ کر رہا ہوں دنیوی منصب اور شہرت کے لئے کر رہا ہوں۔ آگے فرماتے ہیں کہ مجھے یقین ہو چکا تھا کہ اگر اسی حال میں زندگی گزرتی رہی تو ہلاکت یقینی ہے، مگر امروز و فردا، تسویف اور آج کل میں زندگی گزرتی رہی، شیطان اور نفس بہلاوا دیتے رہے، مگر میرا دل پکار پکار کر کہہ رہا تھا:

اَلرَّحِیْل، اَلرَّحِیْل، فَلَمْ یَبْقَ مِنَ الْعُمُرِ إِلَّا قَلِیْل، وَبَیْنَ یَدَیْكَ السَّفَرُ الطَّوِیْل

سفر قریب ہے، سفر قریب ہے، عمر کا بہت تھوڑا حصّہ باقی ہے اور تیرے آگے سفر بہت لمبا ہے۔

یہ تنگ و دو چھ مہینے تک جاری رہی اور بالآخر حق تعالیٰ شانہٗ نے میری آہ و زاری سن کر میری دستگیری فرمائی اور میرے دل میں بغداد چھوڑنے کا پکّا عزم پیدا کر دیا، بغداد چھوڑ کر میں شام چلا گیا اور وہاں تقریباً دو سال خلوت نشینی اور عبادت و ریاضت میں گزارے تاکہ تزکیۂ نفس اور تہذیبِ اخلاق ہو جائے۔[1]

میرے بھائیو! امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے جاہ و منصب کو اپنے باطن کی اصلاح کے لئے قربان کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کو کتنا اونچا مقام عطا فرمایا اور ان کے کاموں میں کتنی برکت ہوئی! یہ اسی قربانی کا نتیجہ تھا کہ آپ کے قلم سے ''إحیاءُ علوم الدّین'' وجود میں آئی جس سے دنیا سیراب ہوئی، ہو رہی ہے اور ان شاء اللہ تعالیٰ قیامت تک ہوتی رہے گی۔

شیخ سے تعلّق اور رابطہ

تو ہمیں اصلاحِ باطن کی محنت کر کے اپنے دل کو اخلاص سے منوّر کرنا ہے اور اس کو باقی رکھنے کے لئے وقتاً فوقتاً محاسبہ بھی کرتے رہنا ہے، اس کے لئے ہمیں کسی شیخِ محقّق سے وابستہ ہونا پڑے گا اور ان کی سرپرستی میں اپنی اصلاح کرانی پڑے گی، یہ وابستگی طلب و احتیاج، عقیدت و محبت اور ادب و عظمت کے ساتھ ہو، مقصود صرف اصلاح و استفادہ ہو، یہ جذبہ ہو کہ شیخ کے دل میں جو اخلاقِ حمیدہ ہیں، ان ہی اخلاقِ حمیدہ سے اپنے دل کو آراستہ کرنا ہے، اس کے لئے اطّلاع و اتّباع اور صحبتِ شیخ کا اہتمام کرنا ہے۔

خربوزہ خربوزے کو دیکھ کر رنگ پکڑتا ہے

میرے دوستو! جس بزرگ سے آپ بیعت ہیں ان سے اپنا تعلّق مضبوط رکھنا چاہئے، ان کے پاس آمد و رفت کا بھی اہتمام ہونا چاہئے، خط و کتابت کا سلسلہ بھی اہتمام کے ساتھ جاری رہے اور ان کے بتلائے ہوئے معمولات پر پابندی بھی، یہ اصلاح کا معاملہ آخرت کا

[1] المنقذ من الضلال، ص: ۱۰۰

معاملہ ہے، اس کی خوب فکر کرنی چاہئے، اگر زندگی یوں ہی تسویف میں گزر گئی تو ندامت اور افسوس کے سوا کچھ ہاتھ نہیں آئے گا۔

بزرگوں کے حالات، مواعظ اور ملفوظات کا فائدہ

عرض کرنے کا منشا یہ ہے کہ ہمیں اپنے آپ کو رسوخ فی العلم اور اخلاص سے آراستہ کرنا ہے، اس کے لئے بزرگوں کے حالات، مواعظ اور ملفوظات پڑھنا بھی بہت مفید ہوگا، اس سے ہمیں اندازہ ہوگا کہ علم اور اخلاص کی دولت کیا ہوتی ہے، جب ہم اکابر کے مواعظ، ملفوظات اور حالات کو پڑھتے ہیں تو پتا چلتا ہے کہ ہماری تو کوئی حقیقت اور حیثیت ہی نہیں ہے، ان کے عالی اوصاف جیسے سخاوت، رونا دھونا، توبہ واستغفار، علم کا ذوق، علم کا استحضار، خشیت، اتّباعِ سنّت، تقویٰ، ورع، احتیاط، عشقِ الٰہی، مخلوق کی ہمدردی اور خیر خواہی کا جب کسی درجے میں احساس ہوتا ہے تو ندامت سے سر جھک جاتا ہے، اونٹ جب تک شہر میں ہوتا ہے یہی سمجھتا رہتا ہے کہ مجھ سے بڑا کوئی نہیں ہے، مگر جب وہ کسی پہاڑ کے پاس سے گزرتا ہے تب اسے اپنی حیثیت معلوم ہوتی ہے، ہمارا گذر بھی جب تقویٰ اور علم کے پہاڑوں کے پاس سے ہوگا تو ہمیں اپنی حیثیت معلوم ہوگی۔

دنیا میں رہتے ہوئے بھی دنیا سے لاتعلّق

بڑے بڑے مشائخ کے حالات کو جب پڑھتے ہیں تو حیرت ہوتی ہے، اللہ اکبر! کیسے حالات تھے! وہ دنیا میں رہتے ہوئے بھی کس طرح دنیا سے لاتعلّق تھے!

خدا یاد آئے جن کو دیکھ کر وہ نور کے پتلے
نبوت کے یہ وارث ہیں یہی ہیں ظلِّ رحمانی
یہی ہیں جن کے سونے کو فضیلت ہے عبادت پر
ان ہی کے اتّقاء پر ناز کرتی ہے مسلمانی

ان ہی کی شان کو زیبا نبوت کی وراثت ہے
ان ہی کا کام ہے دینی مراسم کی نگہبانی
رہیں دنیا میں اور دنیا سے بالکل بے تعلّق ہوں
پھریں دریا میں اور ہرگز نہ کپڑوں کو لگے پانی
اگر خلوت میں بیٹھے ہوں تو جلوت کا مزہ آئے
اور آئے اپنی جلوت میں تو ساکت ہو سخن دانی

پرہیزگاری میں اس اعلیٰ مقام کے باوجود انہیں اپنے نفس کی نگرانی کی ہر وقت فکر رہتی تھی۔

ہر چھوٹے کو چاہئے کہ کسی کو اپنا بڑا مقرّر کرے

حکیم الاُمّت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا اس سلسلے میں ایک قیمتی ملفوظ ہے، فرماتے ہیں کہ جب تک ضابطے کے بڑے موجود ہیں ان کے مشورے پر عمل کرے، جب ضابطے کے بڑے نہ رہیں تو اپنے برابر کے ساتھیوں کے مشورے کا پابند رہے، جب وہ بھی نہ رہیں تو چھوٹوں کے مشورے کی پابندی کرے۔[۱]

حضرت مولانا ابرار الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں کہ ہر چھوٹے کے لئے ضروری ہے کہ کسی کو اپنا بڑا اقرار دے، حضرت حکیم الاُمّت رحمۃ اللہ علیہ کے بعد میں نے خواجہ عزیز الحسن مجذوب رحمۃ اللہ علیہ کو اپنا بڑا بنایا، ان کے انتقال کے بعد حضرت مولانا عبد الرحمٰن کامل پوری رحمۃ اللہ علیہ کو اور وہ جب ہجرت کر کے پاکستان چلے گئے تو حضرت شاہ عبد الغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ سے اپنا تعلّق قائم کیا۔[۲]

---

[۱] بنیادِ اصلاح، ص:۵۱

[۲] بنیادِ اصلاح، ص:۵۱

صاحبِ بصیرت شیخ کو بھی اپنے خاص احوال میں شیخ کی ضرورت ہوتی ہے

حضرت حکیم الاُمّت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ تو ارشاد فرماتے ہیں کہ صاحبِ بصیرت شیخ کو بھی اپنے اوپر کسی کو شیخ تجویز کرنا چاہئے اور اپنے خود کے خاص احوال میں اس سے رائے لے کر اس کی رائے پر عمل کرنا چاہئے اور خود کی رائے پر نہیں عمل کرنا چاہئے، اور وہ اس لئے کہ اپنے خود کے حالات میں انسان کی نظر ایک ہی پہلو پر جاتی ہے جب کہ دوسرے کی نظر ہر پہلو پر جاتی ہے، اور اگر کسی شیخ کو اپنے معاملات میں مشورے کے لئے کوئی شیخ نہ ملے تو اس صورت میں اسے اپنے چھوٹوں سے مشورہ کرنا چاہئے، اس طرح کرنے سے بھی غلطی سے حفاظت رہے گی۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ مزید فرماتے ہیں کہ جب میں صاحبِ بصیرت مشائخ کے لئے اس کی ضرورت سمجھتا ہوں تو جو شیخ نہ ہو اس کے لئے تو اس کی ضرورت بہت زیادہ ہے۔[1]

ہر شخص کو تزکیہ کی فکر کرنی چاہئے

ہر شخص کو چاہئے کہ اپنا تزکیہ کرائے اور صاحبِ بصیرت بنے، اس کے لئے کسی صاحبِ بصیرت کا دامن پکڑ کر اس کی رہنمائی پر عمل کرنا چاہئے، ایسا کرنے سے ان شاء اللہ تعالیٰ تزکیہ بھی ہوگا اور بصیرت بھی نصیب ہوگی، ورنہ نفس بڑا مکّار ہے، اس کا کوئی بھروسہ نہیں۔

﴿وَمَآ اُبَرِّئُ نَفْسِی ج اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَةٌۢ بِالسُّوْٓءِ اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّی ط اِنَّ رَبِّیْ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ﴾ (یوسف: ۵۳)

میں اپنے نفس کو بری نہیں بتلاتا، بیشک نفس تو بُرائی کا (ہر وقت) بہت زیادہ حکم دینے والا ہے مگر جس وقت میرے رب مہربانی کرے، بیشک میرے رب بخشنے والے، بہت زیادہ رحم کرنے والے ہیں۔

---

[1] بنیادِ اصلاح،ص:۵۱

احتیاط والی زندگی گزارو

میرے عزیزو! ہمیں بہت زیادہ احتیاط کے ساتھ زندگی گزارنی ہے، لوگوں کی نظر میں ہم علماء ہیں، ہم چاہے نفی کرتے رہیں مگر لوگ ہمیں عالم کی حیثیت سے دیکھتے ہیں، جب یہ بات ہے تو ہمیں ہر قدم بہت سوچ سمجھ کر اُٹھانا چاہیئے اس لئے کہ اگر ہم پھسل گئے تو ہمارے ساتھ اُمّت کا ایک بڑا طبقہ پھسل سکتا ہے، اگر ہم بے احتیاطی کے مرتکب ہوئے تو ہمارے بعد قیامت تک جتنے لوگ اس پر چلیں گے اس کے ذمّہ دار بھی ہم ہوں گے اور ہم سے قیامت کے دن باز پرس ہوگی۔

امامِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا ایک سبق آموز واقعہ

امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مجھے ایک بچّے سے عجیب وغریب سبق ملا، بارش کے موسم میں ایک بچہ اچھلتا کودتا جارہا تھا، میں نے کہا کہ بیٹے! ذرا سنبھل کر چلو، اگر پھسل گئے تو چوٹ آئے گی۔ وہ بچّہ مجھ سے کہنے لگا کہ حضرت! آپ ہماری فکر مت کیجئے، آپ اپنا خیال رکھئے، ہم پھسلیں گے تو اکیلے پھسلیں گے، لیکن اگر آپ پھسل گئے تو آپ کے ساتھ پوری اُمّت پھسل جائے گی۔[1]

يَا أَيُّهَا الْعُلَمَاءُ وَيَا مِلْحَ الْبَلَدِ
مَا يُصْلِحُ الْمِلْحَ إِذِ الْمِلْحُ فَسَدَ

حضرت شیخ مولانا زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا عجیب ارشاد

میرے ساتھیو! میں ان باتوں کا سب سے زیادہ محتاج ہوں، حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ’’الاعتدال فی مراتب الرجال‘‘ کے اخیر میں تحریر فرمایا ہے کہ اب

---

[1] حاشیة ابن عابدين: ۱/۱۶۵

میں اس کتاب کو ختم کر رہا ہوں، میں نے اس کتاب میں بہت نصیحتیں کی ہیں، مگر میری مثال تو اس نابینا جیسی ہے جو چراغ ہاتھ میں لئے دوسروں کو تو کہتا ہے کہ اس کی روشنی سے فائدہ حاصل کرو اور بیچارہ خود محروم ہے، وَمَا اسْتَقَمْتُ، فَمَا قَوْلِيْ لَكَ اِسْتَقِمْ۔[۱]

حضرت شیخ الحدیث صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے حق میں تو یہ بات تواضع کی ہے، مگر میرے حق میں یہ حقیقت ہے، آپ اربابِ علم و فضل ہیں، درخواست کرتا ہوں کہ میرے لئے دعا بھی فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ مجھے ہدایت دیں، میری اصلاح فرمائیں، مجھے بزرگوں کے نقشِ قدم پر چلائیں، حسنِ خاتمہ نصیب فرمائیں، قیامت کے دن منہ دکھانے کے قابل بنائیں۔

تو علم میں رسوخ اور دل میں خلوص، یہ دو چیزیں بہت ضروری ہیں، ان دو صفات میں جو جتنی ترقّی کرے گا وہ اتنا ہی آگے بڑھے گا، اس کے کام میں اتنی ہی برکت ہوگی، اللہ تعالیٰ اس کے لئے اسباب و وسائل مہیا کرے گا، مخالفین اس کے سامنے سرنگوں ہوں گے، اللہ تعالیٰ اس کی حفاظت کرے گا، حالات اس کے لئے سازگار کرے گا، مادّی اور روحانی ضرورتیں پوری کرے گا، افرادی قوّت بھی نصیب ہوگی اور آخرت میں سرخروئی نصیب ہوگی، تزکیہ اور اصلاحِ نفس کی طرف توجّہ کرنے کی ضرورت ہے، اس سے اللہ تعالیٰ کا تعلّق نصیب ہوگا اور پھر سارے کام آسان ہو جائیں گے۔

حضرت شاہ پھول پوری رحمۃ اللہ علیہ کا عجیب ملفوظ

حضرت حکیم اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے ان کے شیخ حضرت شاہ عبد الغنی پھول پوری رحمۃ اللہ علیہ کا ایک عجیب ملفوظ سنا، آپ بڑے اونچے درجے کے شیخِ محقّق تھے، آپ کی صحبت میں بڑے بڑے علماء حاضری دیتے تھے، آپ فرماتے ہیں کہ علماء کی مثال کچّے کباب جیسی ہے، کچّے کباب میں سارے ingredients (اجزاءِ ترکیبیہ) موجود ہوتے ہیں، ایک عالم

[۱] الاعتدال فی مراتب الرجال، ص: ۲۵۸

چھ سال، دس سال پڑھتا ہے اس لئے اس کے اندر سارے ingredients جمع ہو جاتے ہیں، اس کے پاس تقوے کا علم ہے، فقہ کا علم ہے، سارے مسائل جانتا ہے، تفسیر جانتا ہے، حدیث جانتا ہے، سارے ingredients موجود ہیں، لیکن وہ کچّے کباب کی طرح ہے جس کی طرف کسی کو رغبت نہیں ہوتی، اگر یہی کچّا کباب گرم گرم تیل میں چند منٹ گزار لے اور تیل کی گرمی برداشت کرلے تو وہ لوگوں کی توجّہ کا مرکز بن جائے گا۔

ٹھیک اسی طرح علماء بھی اگر کسی شیخِ کامل سے وابستہ ہو کر تھوڑی دیر کے لئے اصلاح کی گرمی برداشت کرلیں، کسی شیخ کی تھوڑی سختی برداشت کرلیں تو لوگ ان کی طرف طلب اور احتیاج کے ساتھ خوب متوجّہ ہوں گے، ان کی باتوں کو سنیں گے اور ان پر عمل بھی کریں گے، حق تعالیٰ شانہٗ مقبولیتِ عامّہ عطا فرمائیں گے، مرجعِ خلائق بنائیں گے اور ابھی جتنا کام لے رہے ہیں اس سے کئی گنا زیادہ لیں گے۔[۱]

اخلاص اور علم کو بڑھانے کی ضرورت ہے

ما شاء اللہ، آپ علماء ہیں، علم بھی ہے اور اخلاص بھی، اس کو اور بڑھانے کی ضرورت ہے، رسوخ فی العلم کے لئے کتابوں کے ساتھ تعلّق بڑھانے کی ضرورت ہے، ایک مرتبہ تعلّق ختم ہو جاتا ہے تو دوبارہ جوڑنا مشکل معلوم ہوتا ہے، مگر جوڑنا چاہئے، اور اخلاص کے لئے ذکر اللہ کا اہتمام کرنا چاہئے، کم از کم قرآن کی تلاوت اور روزانہ کی تسبیحات شروع ہو جانی چاہئے، پانچ وقت کی نمازوں کا جماعت کے ساتھ اہتمام ہو، اللہ تعالیٰ سے آہ وزاری اور دعا کی عادت ہو، ہر شخص کو اس بات کی ضرورت ہے کہ وہ اپنی حیثیت پہچانے، اپنے آپ سے سوال کرنا چاہئے کہ میں کون ہوں؟ میں خود کو عالم سمجھوں نہ سمجھوں، مگر دنیا مجھے عالم سمجھ رہی ہے، جب یہ بات ہے تو مجھے علماءِ ربّانیین کے اوصاف سے متّصف ہونا چاہئے۔

---

[۱] مواعظِ دردِ محبت، وعظ انوارِ حرم: ۳۰/۴

امامِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا عشاء کے وضوء سے فجر کی نماز پڑھنا

آپ حضرات کے علم میں ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے چالیس سال تک عشاء کے وضوء سے فجر کی نماز پڑھی ہے، اس کا پس منظر کیا تھا؟ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ایک مرتبہ کہیں تشریف لے جا رہے تھے، راستے میں دو شخص آپس میں بات کر رہے تھے، ان کی نظر جب امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ پر پڑی تو ایک نے دوسرے سے کہا کہ تمہیں معلوم ہے یہ صاحب کون ہیں؟ یہ ابوحنیفہ ہیں جو پوری رات عبادت میں مشغول رہتے ہیں اور عشاء کے وضوء سے فجر کی نماز پڑھتے ہیں۔ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ یہ بات سن کر شرم سے پانی پانی ہو گئے اور اس عمل کا ارادہ کرلیا، فرمایا کہ سبحان اللہ! ابو یوسف! دیکھ رہے ہو اللہ تعالیٰ نے ہمارا ایسا ذکر پھیلا رکھا ہے؟ کیا یہ بات بُری نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ اس خبر کے خلاف ہمارا عمل دیکھے؟ خدا کی قسم! لوگ میری طرف ایسا عمل منسوب نہیں کر سکتے جسے میں نہیں کرتا۔ اس رات سے آپ نے عشاء کے وضوء سے فجر کی نماز پڑھنے کا معمول بنالیا اور انتقال تک اس پر کاربند رہے۔[1]

علم کی وجہ سے ہمارا احترام

لوگ ہمارا احترام کرتے ہیں، ہم سے دعا کرواتے ہیں، ہمیں اپنے گھروں میں اور دکانوں میں دعا کے لئے لے جاتے ہیں، ہمیں ہدیہ دیتے ہیں، ہماری دعوت کرتے ہیں، یہ عزّت ہمیں اللہ تعالیٰ نے علم کی نسبت کی وجہ سے دے رکھی ہے، لہٰذا ہمیں اس بات کی کوشش کرنی چاہیئے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے شکر گزار بن کر اس علم پر عمل کر کے انبیاء علیہم السلام کے حقیقی وارث بنیں، اِس وقت کے حالات میں علماء کو بہت فعّال اور متحرّک ہونے کی ضرورت ہے، اللہ تعالیٰ ہم سب کو عمل کی توفیق عطا فرمائیں۔ (آمین)

---

[1] عقود الجمّان في مناقب أبي حنيفة النعمان، ص:۳۱۹

آپس میں محبت اور احترام ہو

ایک اور ضروری بات عرض کر کے بات کو ختم کرتا ہوں، علماء کو آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ خوب محبت سے رہنا چاہئے، اتفاق کے ساتھ رہنا چاہئے، ایک دوسرے کا احترام ملحوظ رکھنا چاہئے، غلطیاں کس سے نہیں ہوتیں، بڑے بڑے لوگوں سے ہو جاتی ہیں، ایک دوسرے سے درگزر کرنے کا اور ایک دوسرے کی غلطی کو معاف کرنے کا جذبہ رکھنا چاہئے، اسی طرح غلطی قبول کرنے کا حوصلہ بھی ہونا چاہئے، ہمارے پاس نہ غلطی معاف کرنے کا جذبہ ہے نہ غلطی قبول کرنے کا حوصلہ، اور اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ رسوخ فی العلم اور خلوص فی القلب میں کمال نہیں، اگر ان دو وصفوں میں کمال آجائے تو غلطیاں معاف کرنا اور قبول کرنا دونوں آسان ہو جاتے ہیں، حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا ''ترجیح الراجح'' کا سلسلہ بہت مشہور ہے جس میں آپ ان فتاویٰ کی نشاندہی کرتے تھے جن سے آپ نے رجوع فرمالیا تھا، حضرت مفتی تقی صاحب عثمانی دامت برکاتہم کا بھی اس طرح کا سلسلہ ہے، میں نے ابھی قریب زمانے میں 'البلاغ' میں حضرت مفتی صاحب کا ایک مضمون پڑھا جس میں آپ نے ایک مسئلے میں اپنی سابقہ رائے سے رجوع کا اعلان کیا ہے، امامِ اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ جیسے عظیم الشان فقیہ بھی اپنے شاگرد امام محمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے قول کی طرف رجوع کرتے تھے، انسان ہے، غلطی ہو جاتی ہے، اگر کوئی متوجّہ کرے تو قبول کر لینا چاہئے۔

تو دوسروں کی غلطی معاف کرنے کا جذبہ بھی ہونا چاہئے اور اپنی غلطی قبول کرنے کا حوصلہ بھی، اور آپس میں محبت کے ساتھ ایک دوسرے کے احترام کے ساتھ، اتفاق کے ساتھ رہنا چاہئے، اس بات کی پوری کوشش ہونی چاہئے کہ علماء کا وقار مجروح نہ ہو، اللہ تعالیٰ ان باتوں کو نافع بنائیں اور عمل کی توفیق عطا فرمائیں۔ (آمین)[1]

---

[1] اس سلسلے میں حضرت والا دامت برکاتہم کی ایک تقریر بنام 'علماء کا آپس کا احترام'' کا مطالعہ بہت مفید ہوگا۔

آپ حضراتِ علماءِ کرام سے درخواست ہے کہ میری ہدایت کے لئے، میری اصلاح اور حسنِ خاتمہ کے لئے دعا فرماتے رہیں، یہ دعا بھی کیجئے کہ جب تک زندہ رہوں صراطِ مستقیم پر قائم رہوں، اور صدق وخلوص کے ساتھ دین کی خدمت کرتا رہوں۔ (آمین)

وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰى نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَأَصْحَابِهٖ أَجْمَعِيْنَ

علماءِ کرام کے لئے تین اصولی باتیں

حضرت مفتی محمد رفیع صاحب عثمانی دامت برکاتہم فرماتے ہیں کہ تین باتیں اس وقت اصولی طور پر ذہن میں آرہی ہیں جن پر طبقۂ علماءِ کرام کو خصوصی توجّہ دینے کی ضرورت ہے:

۱) اوّل یہ کہ علمی تبحُّر حاصل کیا جائے، علم میں گہرائی اور پختگی پیدا کی جائے، اس کے لئے علمی ذوق وشوق اور محنت کا سلسلہ کبھی بند نہ ہو اور جو علم حاصل ہو گیا ہے اس پر قناعت نہ ہو۔

۲) دوسری بات یہ کہ علم صرف فقہِ ظاہر کا نہ ہو بلکہ فقہِ باطن کا بھی ہو، اور فقہِ باطن کا بھی صرف علم نہ ہو بلکہ اس کا استعمال ہو، اس پر عمل کیا جائے، خلاصہ یہ کہ باطن کی اور اپنے دل کی اصلاح بہت اہتمام سے کی جائے۔

۳) تیسری یہ کہ علماءِ کرام کے درمیان دین کی خدمات اور علمی تحقیقات کے سلسلے میں جب اختلافِ رائے پیدا ہو تو کیا اصول اختیار کیا جائے؟

میں سمجھتا ہوں کہ یہ تینوں باتیں اس وقت ہمارے طبقے کے لئے بنیادی اہمیت کی حامل ہیں، یہ تین مسئلے اگر حل ہو جائیں تو اللہ کی رحمت سے قوی امید ہے کہ ہمارے کاموں میں ان شاء اللہ برکت ہوگی، افادیت ہوگی اور مقبولیت ہوگی۔

(علماءِ دین کے تین فرائضِ منصبی، ص:۱۵)

مآخذ ومراجع

شمار	کتاب	مصنّف/مرتّب	ناشر
۱	المنقذ من الضلال	الإمام الغزالي	دار المنهاج، جدّة
۲	حاشية ابن عابدين	العلّامة ابن عابدين الشامي	دار عالم الكتب، رياض
۳	عقود الجمّان في مناقب أبي حنيفة النعمان	محمد بن يوسف الصالحي	دار الكتب، بشاور
۴	الاعتدال فی مراتب الرجال	حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلوی	اتحاد بک ڈپو، دیوبند
۵	مواعظِ دردِ محبت	حضرت مولانا حکیم اختر صاحب	کتب خانہ مظہری، کراچی
۶	بنیادِ اصلاح	حاجی محمد عبدالستار صاحب	مکتبۂ احیاءِ سنت، حیدر آباد

علماءِ کرام کن اوصاف میں ممتاز ہوں؟

مفکّرِ اسلام حضرت مولانا ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں مدارس کے فضلاء، اساتذہ اور طلبہ کے لئے ضروری ہوگیا ہے کہ وہ اپنے اخلاق اور سیرت و کردار میں بھی ممتاز ہوں، اخلاص و تعلّق مع اللہ میں بھی کھلا ہوا امتیاز رکھتے ہوں اور ان کی علمی وفکری سطح بھی بلند ہو، وہ مسائلِ حاضرہ کو سمجھتے بھی ہوں اور ان کے حل کرنے کی صلاحیت بھی رکھتے ہوں، ان کا مطالعہ بھی وسیع ہو، اور وہ عصرِ حاضر کی زبان اور اسلوب پر بھی قدرت رکھتے ہوں، اور جدید ذہن کی ساخت و مشکلات کو بھی سمجھتے ہوں، اس مجموعی اخلاقی، روحانی، علمی وفکری بلندی و امتیاز کے بغیر وہ اس عہدِ انقلاب اور اس دورِ فتن میں..... نیابتِ انبیاء اور وارثینِ کتاب کی ذمّہ داری ادا نہیں کرسکتے۔

(علماء کا مقام اور ان کی ذمّہ داریاں، ص: ۶۳)